

تعزیه اور ماتم

اَسَلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِیْبِ اللّٰهِ

اَسَلَامُ عَلَیْكَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ عَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

تعزیه اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد: شیخ مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں۔

تعزیه لغت عربی میں اس کا مادہ ”ع۔ز۔ی“ ہے اور مخدوعہ، معزی، عزاء، مصیبت پر صبر کرنا۔ تعزیه (تفعلیہ) مزید، متعدی، تلقین صبر کرنا، تسلی دینا پر سادہ بنا۔

قرآن مجید میں اس مادے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۳ میں ہے: عَنْ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزَّتِیْ (ازعزی فعل ماضی: شلیبائی کی) فقہ وحدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب ذیل میں ملتا ہے: عبادات، جنازہ، آداب تلقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب و تاریخ میں لفظ

”تعزیت“ واران میت سے اظہارِ افسوس و اظہارِ ہمدردی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مثنوی مولانا روم وقفیہ گب، ۵: ۱۳۷، شعر شمارہ ۲۱۰۲ میں ہے:

سربہ چون نامہ ہای تعزیہ
پُر معاصی متن آن با حاشیہ۔

اُردو میں تعزیہ کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، ضریح، عمارت روضہ کی شبیہ، جسے سونے، چاندی، لکڑی، بانس، کپڑے، کاغذ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ شبیہ غم، سوگ اور علامتِ محرم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کے نکلتے ہیں، کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کشادہ و مخصوص چبوتروں پر رکھتے ہیں جنہیں امام صاحب کا چوک کہا جاتا ہے۔

حیدرآباد دکن میں تعزیہ تابوت اور ماتم و سینہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیہ کرنا = ماتم کرنا، تعزیہ دار = ماتم دار، سینہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیہ رکھا جاتا ہو اور مجلس ہوتی ہے، محبت حسین، شیعہ، غزدار۔

تعزیہ اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنعت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیہ بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی خصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیے سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

(۱) ضریح اور اس کی قسمیں: ان میں ممتاز ترین ضریح وہ ہے جو عمارت روضہ امام

حسین علیہ السلام کی ہو بہو شبیہ ہو۔ ایسی ضرتیں نظام دکن، والی رامپور، راجہ محمود آباد اور کراچی کے بعض عز خانوں میں ہیں۔ ایک مومی ضرتِ حسین آباد لکھنؤ میں شاہی زمانے سے بنتی چلی آتی ہے۔

(۲) بنگلہ: یہ تعزیہ محمل ناتہ یا عماری فیل سے مشابہ ہوتا ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا مضافات لکھنؤ میں بنتا ہے شاید یہ نقش اس محمل یا ڈولی یا پاکی وغیرہ کا ہوتا ہو، جس میں تزکات رکھ کر شاہانِ دہلی ال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

(۳) مومی تعزیہ: بانس کی تیلیوں پر ضرت یا بنگلہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور کمال فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(۴) گھو کے تعزیہ: ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گھو یا گھو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشور یا اربعین تک اکھونے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیہ ایک رنگ ہو جاتا ہے۔ اس تعزیہ پر اٹائے جلوس میں مسلسل پانی چھڑکتے جاتے ہیں۔

تعزیہ کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تحتِ حظیرہ، تربت، ہلم (ضرت) میں گزی)۔ پاکستان، کشمیر، نیپال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضرت اور تعزیہ کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن دونوں خصوصی نسبت کی بناء پر مذہبی اور روایتی نقطہ نظر سے شیعوں بعض سنیوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابلِ احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں ”تحت“ کے اوپر اور حظیرہ کے درمیان دو تہیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ بہر حضرت امام حسن علیہ السلام اور سرخ حضرت امام حسین

علیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیہ کسی ایسی عماری کی نقل ہے جس میں بعض مغل یا دوسرے سلاطین تربتیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہوں گے۔

تعزیہ عموماً ۲۹ ذی الحجہ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معین مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً عز خانہ، تعزیہ خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، امام خانہ، چہترہ، چوک امام صاحب۔ جہاں تعزیہ رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوز خوانی، ہر شیعہ خوانی، روضہ خوانی، واقعہ خوانی، نثاری اور مجلس وعظ منعقد ہوتی ہے اور واعظ قرآنی حقائق و بیان خصوصیات اسلام کے بعد فضائل اہل بیت، مصائب اور واقعات گریبا پر تقریر ختم کرتے ہیں پھر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر نوحہ خوانی و سیدہ زنی یا ماتم بھی ہوتا ہے اہل سنت شہادت نامہ اور مندر کر بلا کھلایا دو ہے پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تعزیہ داری کے لیے حسب ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جنگ احد (۳ھ) میں جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا ”لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں“ یہ سن کر سعد بن معاذ و اسید بن خضیر نے بنی عبد الاشہل کی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے یہاں بھیج دیں، جنہوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری طبع لائیدن ۱: ۳۲۵: ۳: ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر لائیدن ص ۳۱)؛

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباس کا حضور کو خواب میں سر پر ہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن النخعیب کا (جو حضرت اسامہ والی مہم میں صاحبِ لواء تھے) لواءِ مذکور کو دروازہ مبارک پر نصب کرنا جو کتب ذیل میں موضعِ مذکورہ پر درج ہیں:

(الف) مشکوٰۃ طبع دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۷۳ (باب مناقب اہل البیت): (ب) وہی کتاب، ص ۵۷۰، امام احمد بن حنبل: مسند، طبع قدیم مصر، ۱: ۲۴۲ ص ۹ برقمی لکھنؤ ۱۸۸۳ء ص ۶۲۴: ینائج المودۃ، بمبئی، باب ۶۰، ص ۲۶۵، (ج) بحار الانوار، طبع ایران ۱۲۷۰ھ، ص ۱۶۹ (باب اخبار اللہ انبیاء و مینا شہادت):۔ ابن الاثیر الکامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳، مقتل ابن نما، ص ۶: (د) ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ، مصر ۱۰: ۵۳؛

(۳)۔ شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جنابِ اُمّ العیین مادرِ جنابِ عباس بن علی جنتِ البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کا، جو شہدائے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم و سوز سے رویا کرتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقابلہ الامیین، مصر ۱۹۴۹ء، ص ۸۵)؛

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ مجرم کا چاند دیکھ کر عزاداری و سوگاری کرتے تھے (بحار الانوار، ۱۰: ۲۶۸؛ امالی

صدق، م ۳۸۱/۵۹۹۱ع

(۵)۔ ابوالاسود دہلوی (م ۶۹ھ) سلیمان بن قتیبہ، کیت، ابودھبل (انجلی) "فرزدق، و عمل وغیرہ نے اجتماعات میں مرثیے پڑھے اور ائمہ اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کے سن کر گریہ فرمایا (صواعق محرقتہ، ص ۱۱۵، تاریخ الشیعة، طبع نجف، ص ۳۲)۔

عزاداری اور اظہار غم حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونہی جاری رہے، لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک متعدد موقعوں پر واقعات گریبا عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے شروخ مختار اور ابومسلم خراسانی کی بغاوت میں اس تاثر کا اظہار کیا۔

۳۵۲ھ/۹۶۳ع میں بغداد پر دہلیویوں کا مکمل تسلط تھا اس سال روز عاشورہ بغداد میں بازار حکماً بند کر دیے گئے اور مردوں سے کہا گیا کہ فوج کریں نیز عورتوں کا جلوس عزاکلوایا گیا، غرض سرکاری طور پر غم منایا گیا (ابن اثیر کامل بذیل حوادث ۳۵۲ھ ابن کثیر: تاریخ، مصر ۱۱: ۲۳۳ وغیرہ)۔

۳۶۶ھ/۹۷۷ع میں عزیز باللہ فاطمی نے مصر میں یوم حسین منایا (فوجی انقلاب سے پہلے مشہور) اس الحسین مصر میں اکابر علماء و عوام حتی کہ خود شاہ فاروق جلوس کے ساتھ ہزار چار چٹھانے جاتے تھے اور غم مناتے تھے۔ (مجتبی حسن

وزیری: مصر کا محرم)۔ اس عہد کے لگ بھگ غور میں آل شمس عقیدت مند ان اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ، لکھنؤ ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء، ۱: ۵۴) اور سندھ کے مسلمان اسماعیلی مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، بہلکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آگئے تھے۔ وہیم عراق میں شیعہ پھیل گئے تھے اس لیے ان علاقوں میں عزاداری ہونے لگی اور یہ مراسم اتنے عام ہو گئے کہ ادب میں اس کے استعارات و تشبیہات استعمال ہونے لگے (مثنوی رومی) تالیف قبل از ۶۷۰ھ طبع نکلسن ۶: ۳۱۷، نیز حریری (م ۵۱۶ھ) مقامہ ۱۰: وحید الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ)، مقامہ ۲۳: ”رزاء الحسنین“۔ اس شہرت و عمومیت کے باعث ان مراسم میں مقامی خصوصیات اور نسلی و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔

بدایونی کے بقول ہمایوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر و اردو ہند نے تعزیت کے مضمون پر مشتمل ”نقش“ بنائے جو پایام عاشورا“ معارف (بظاہر اکھارے مراد ہیں۔ RANKING نے ترجمہ بدایونی، مملکتہ ۱۸۹۸ء، ۱: ۶۲۴ میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے) میں پڑھے جاتے ہیں (منتخب اتوار، تاریخ، مملکتہ ۱۸۶۸ء، ۲: ۲۸۱)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا، چنانچہ آگرے کے قلعے سے اب تک ایک تعزیر برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور ”مغل تعزیر“ کہتے ہیں۔

(کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید معین الدین موسوی اقبیری کا عز خانہ وجود میں آیا، چنانچہ یہ عز خانہ مع وقف تاراگرھ میں اب تک

موجود ہے (عز اداری کی تاریخ)۔ عالمگیر کے عہد میں تعزیہ اور جلوس تعزیہ کا رواج تھا۔ عالمگیر ہی نے جلوس تعزیہ میں شمشیر زنی کو ممنوع قرار دیا۔ شاید اس کے بعد ان جلوسوں میں بانک بنوٹ کا رواج ہوا، جو بعض غیر شیعہ تعزیوں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبد الواحد فرنگی نخلی: ازلمہ اوہام عز اداری کی تاریخ، ص ۳۵)۔

اس کے بعد تو شاہان دہلی مراسم عز امیں اس حد تک اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں تک باقاعدہ نذریں اور زیارتیں، بہشتی اور فقر و قیدی بننے کی رسمیں ادا ہونے لگی تھیں (بزم آخر، لاہور ۱۹۴۵ء، ص ۵۶، عہد: علم حیدری و شوکت حیدری لکھنؤ ۱۲۷۰ھ عز اداری کی تاریخ، ص ۴۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میر امتقالہ بہادر شاہ ظفر کی عز اداری، طبع اسد، لاہور محرم ۱۳۷۸ھ)۔

دکنی ریاستیں عموماً شیعہ تھیں اس لیے یہاں عز اداری نے بہت فروغ پایا، مجلس ماتم، جلوس تعزیہ، لہام باڑے قائم ہوئے محرم میں سوگ منایا گیا، اہم ایم زبیری: تاریخ بیجا پور، ص ۲۳۰-۲۳۳، نصیر الدین ہاشمی: دکن میں اردو باب سوم، ص ۲۲۳، تاریخ بیجا پور، مچی الدین زور: سلطان قطب شاہ، شیعہ جراند کے محرم نامے)۔ قطب شاہ غواصی، نصرتی وغیرہ کے مرثی (یورپ میں دکنی مخطوطات، طبع حیدرآباد) بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں، حیدرآباد دکن اور راجپوتانہ کی ریاستوں (خصوصاً بے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصنیف ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)، حیدرآباد ۱۲۹۴ھ، ص ۳۵۹، عہد: تیرھویں صدی

ہجری/ اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں تعزیہ داری عام ہو چکی تھی۔ اودھ

میں عزاداری کافروغ اور تعزیے کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ
 (م ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء) سے ہوا (رک بہ تحفۃ العالم، ص ۳۲۸ و ۳۵۹)، لیکن بہرائج
 میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیہ "سیتا پور میں" بابون ڈنڈوں
 کا تعزیہ "پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب
 ہیں (محمد اکبر سیتا پوری: "سیتا پور کی عزاداری"، در سر فہر از مجرم نمبر ۱۹۵۲ء، ص ۶۲)۔
 آصف الدولہ نواب وزیر اودھ نے شجاع الدولہ کے بعد
 ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء میں فیض آباد چھوڑا اور لکھنؤ کو دار الحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی
 کے امراء، رؤسا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تعزیہ
 دار تھا، لیکن آصف الدولہ حاکم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ
 متنبہک تھے، وہ جہاں تعزیہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تعزیہ دار کو انعام دیتے
 تھے۔ ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۳ء میں انھوں نے اپنا امام بارگاہ بنوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ
 شہزادگان دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عز خانے تیار کیے، یوں لکھنؤ تعزیہ داری
 کا مرکز بن گیا، غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید ترقیاں
 ہوئیں، متعدد قیمتی خیراتیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور فنی مہارتوں
 کے اظہار و تکلفات کا آغاز ہوا (عہد آصفی میں سرخ دہلوری تعزیے پہلی مرتبہ یورپ
 سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی خیراتیں بنیں۔ امراء عوام نے ندرتیں
 پیدا کیں اور نذر دکھائے جن میں سے شاہ نجف و حسین آباد کے عز خانوں میں سونے
 چاندی کی خیراتوں کے علاوہ مومی خیرات دیدنی بے جو ایک سال سے زیادہ مدت میں

تغیر ہو کر شاہی جلوس کے ساتھ برآمد ہوتی ہے۔)

مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تعز یہ داری کرتے تھے۔ سرنامس برائون، (Letter writting in a Marhatta camp during the years 1809-1892) (Sir Thomas Broughton) نے اپنے خط عدد ۷ میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے تاریخ لاہور (انگریزی، طبع جدید لاہور) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے کا ذکر کیا ہے، محمد لطیف نے ص ۲۷ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے اور ذوالجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھئے ماہ نامہ نو، استقلال نمبر ۱۹۵۳، ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳)۔

شیعہ ریاستیں تو خیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی نوامین بھی ثواب کی نیت سے تعزیہ رکھتے، امام باڑے بنواتے اور وقف کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے حل میں اب بھی تعزیہ و تعزیہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندور، دھولیپور، دیتہ، کپورتھلہ کے علاوہ مہاراجہ کو الیار اور مہاراجہ جے پور کے تعزیے مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تعزیہ داری کے لیے سارکاری اوقف ہیں (مجلد العرب، بمبئی، شمارہ محرم ۱۳۶۰ھ: عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تعزیے کا رواج نہیں، ہاں شبیہ یا تمثیل رائج ہے۔ عراق میں علم اور ذوالجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جلوس کو ”مومکب“ کہتے ہیں۔ کشمیر، نیپال

اور افریقہ میں تعزیہ داری ہوتی ہے اور بڑی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں رائج ہے۔

پاک و ہند میں تعزیہ کا عام رواج ہے۔ جلوس تعزیہ جس میں تعزیہ داری مقامی روایتیں پیش نظر رکھی جاتی ہیں؛ مثلاً لکھنؤ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تعزیہ کا جلوس یوں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلے، یعنی جلوس میں ماہی مراتب، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، فوجی باجے، ماتمی جھنڈیاں، باوردی سپاہی، برقعدار، عصا بردار، پھر ماتم دار و تعزیہ دار سر برہنہ، ماتمی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑی، سینوں پر ہاتھ اور آنکھوں پر رومال رکھے، اشک افشاں آہستہ آہستہ جاتے ہیں ان کے پیچھے ایک نقیب یہ آواز دیتا ہے:

سواری ہے شہید کرب و بلا کی

سواری ہے ہمارے بادشاہ کی

یا اس مضمون کی قطعے کی شکل میں بلند آواز سے پڑھتا، کوچ کا نقارہ

بجاتا، خود رونا اور مجمع کے رانا جاتا ہے۔ بعض جلوسوں میں ماتمی باجے بجاتے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، قلع زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوس بالکل خاموش بھی رہتے ہیں۔ راجہ، نواب، شہزادے عام شہر کا، کی طرح ادب سے پابند و شریک جلوس ہوتے تھے۔ اس وقت ملازمین پر سے آداب و رواسم شاہی ساقط ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ نہر یا کاندھوں

پر رکھے خاموشی سے ”کربلا“ جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوز خوان بھی ساتھ تابوت، ذوالجناح یا گہوارہ علی اصغر کی شبیہیں لیے، آنسو بہاتے، سینہ زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر تاہلِ دفن تعزیوں کے دفن کر دیتے ہیں ورنہ انھیں باقی تہذکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیه داری کا سلسلہ ۲۸-۲۹ ذی الحجہ سے ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان، کشمیر، نیپال اور افریقہ میں عموماً محرم (روزِ شہادتِ امام حسین) کو تعزیے دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان کے بعض مقامات پر خصوصاً لکھنؤ میں، یہ سلسلہ ۸ ربیع الاول (روزِ شہادتِ امام حسن عسکری) کو ختم ہوتا ہے اور ”چپ تعزیہ“ (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکھنے لگے ہیں۔

تعزیہ روضہ امام حسین کی نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک غلافِ خانہ کعبہ اور مجملِ مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اسے عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت اہم سمجھنے کے باوجود مذہبِ اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۴۶۱-۴۵۵، مطبوعہ لاہور)

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مرتضیٰ حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے ثبوت کے متعلق تاریخِ طبری

اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں۔“ پھر بنو عبد الاشہل کی عورتیں حضرت حمزہ پر رونیں اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں۔

اس باب کی حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو برا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے پر طمانچے لگانا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے ہائے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کرنا جو شیعوں کے ہاں ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم مروجہ ماتم کی حرم اور ممانعت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے پھر احادیث پیش کریں گے پھر کتب شیعہ سے استدلال کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فَمَنْشَرَلَ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَبِهِ الْاِسْتِعَانَةُ

WWW.NAFSEISLAM.COM

یابقی۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔
 وَلَا تَقْرَءُوا لَئِمَّةً يَضْحَكُ فِي سَبِيلِ الْمَالِ أَمْرَاتِ ط بِلِ أَحْيَاءٍ وَلَكِنْ
 لَا تَضْحَكُوا۔ وَالصَّابِرُونَ كَمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ
 وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ
 وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ۔ وَلَعَلَّكَ عَلَيْنَهُمْ صَلَواتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَالنَّاسُ هُمْ
 الْمُهْتَدُونَ۔ (بقرہ: ۱۵۷-۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں
 کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ
 زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں اور ہم ضرورتاً تم کو کچھ خوف، بھوک اور تمہارے
 مال، جان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کے بشارت دیجئے
 جن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے
 شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ
 کثرت صلوٰۃ اور رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الصَّبْرُ وَالصَّبْرُ وَالصَّبْرُ (ال عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف
 الصبر والہ (صبر کرنے والے) کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے
 رونا اور چلانا، بال نوچنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے وائے

کرنا اور منہ، سینہ اور زانو پر طمانچے مارنا، یہ تمام کام صبر کے منافی ہیں اور اس کی ضد ہیں اور جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کرنا فرض ہوا اور ماتم کرنا جو اس کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الانسان خلاق هلمر عا۔ اذا مسه الشر جزوعا۔ واذا مسه

الخير عوا۔ الا المصلين۔ الذين هم على صلاتهم دائمون۔ (معارف)

(۱۹-۲۳)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبر) پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے صبری کا اظہار) کرتا ہے، اور جب اس کے نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروجہ ماتم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے مروجہ ماتم حرام ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

واصبر ومصابرك الامانة ولا تحزن عليهم۔ (نحل: ۱۲۷)

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہی حاصل ہوگا، اور آپ

ان (شہداء اُحد) پر غمگین نہ ہوں۔

شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقيل الممراد لا تحزن على قتلى احدلما اعطاهم الله من
السجيرة۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ، تفسیر مہیان، ج ۱، ص ۴۴۱، مطبوعہ
دار احیاء التراث العربی بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداء اُحد پر غم نہ کریں
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔
شیخ فضل بن حسن طبری لکھتے ہیں:

وقيل معناه ولا تحزن على قتلى أحد فان الله تعالى قد نفلهم الو
ثراء وكرمائه۔ (شیخ ابو علی فضل بن حسن طبری متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع
البیان، ج ۶، ص ۶۰۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۱۱ھ)

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگ اُحد کے شہداء پر رنج
نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اور درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔ (شیخ فتح اللہ کاشانی
متوفی ۱۰۷۹ھ، تفسیر منہج الصادقین، ج ۵، ص ۲۳۸۔ مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)
سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو اُحد میں مُلہ کیا گیا (ان کے جسم کے اعضاء
کو کاٹا گیا) اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان
کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہدائے کربلا جن کو ظلماً قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے نہ ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِى الْأَرْضِ وَلَا فِى النَّفْسِ الْكَافِى كِتَابٍ
مِّن قَبْلِ أَنْ يَبْرُأَ إِحْدَاهُمَا ذَٰلِكَ عَلَىٰ عِلْمِنَا لَعَلَّكَ تَلْتَمِذٌ لِّمَنَّا
وَلَا تَحْزَنْ إِنَّمَا الْأَنْفُسُ فَتْرٌ (الحجید: ۲۲)

زمین میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس (مصیبت) کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترا یا نہ کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَا أَصَابَكُمْ مِمَّا بَعِثْنَا لَكُمْ آيَاتِنَا أَعْلَىٰ مَا أَصَابَكُمْ۔

(ال عمران: ۱۵۳)

تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا کہ جو (مال غنیمت) تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور (جو مصیبت) تمہیں پہنچی ہے، تم اس پر غمگین نہ ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھین جانے اور کسی مصیبت کے

پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔

شیخ تمی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فَاتَابَكُمْ غَمَّابُغْمِ) فَمَا مَالُكُمْ إِلَّا وَلَ مَا لَكُمْ بِمَتْنِهِ وَالْقَتْلُ وَمَا لَكُمْ
الْآخِرَ فَمَا شَرَفَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ عَلَيْهِمْ يَقُولُ (لَكُمُ الْآخِرُ بَرَأَعَالِي مَا فَاتَكُمْ)
مِنْ الْغَنِيمَةِ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ) یعنی قتلِ اعدائے انہم۔ (شیخ ابوالحسن علی بن ابی حمزہ تمی
متوفی ۳۷۷ھ، تفسیر تمی ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ دارالکتابۃ والشرق
ایران، ۱۴۰۲ھ)

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) پہلا غم جنگِ اُحد میں مسلمانوں کی
شکست اور مسلمانوں کا قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام نہیں
لائے تھے) نے خالی دڑھ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، (تا کہ جو تمہارے ہاتھ سے
چلا گیا اس پر تم غم نہ کرو) یعنی مالِ غنیمت کے چلے جانے سے (اور نہ تم پر مصیبت
کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم
منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے اور مصیبت
آنے پر ماتم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور غم کی مجلسیں قائم کرنا حرام
ہے۔

مَرْوۃ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ مِنَّا لَطَمُ الْخَدَّ وَدُشُقُ

الجبور و دعا بدعوى الجاهلین۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص منہ پر طمانچہ مارے، گریبان چاک کرے اور زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم (۱)، امام ترمذی (۲)، امام نسائی (۳)، امام ابن ماجہ (۴) اور امام احمد بن حنبل (۵) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ ۱۳۷۵ھ

(۲) امام ابویوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۳) امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۴) امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۵) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۳۲، ۳۸۶، ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی

بیروت، ۱۳۹۸ھ

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وقال عمر دعهن يسكنن على ابي مسلم بن مكرم يكن نفع
اولمقلته۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ
نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت عمر نے فرمایا ان عورتوں کو حضرت خالد بن ولید پر اس وقت تک
رونے سے منع نہ کرو جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں۔
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابي معاذ الاشعري ان النبي ﷺ قال اربع هي اثمى من
امر الجاهلية لا يتر كبرهما الطحرف في الحبيب والطعن في النسب
والاستسقاء بالجزم والنبحته وقال الناحته اذ لم تنب قبل عزتها تقام يوم
القيامة وعليها سربال من فطران ودرع من حوب۔ (امام مسلم بن حجاج قشیری
متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابو ماذک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے
فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار عادات ہیں جن کو وہ ترک نہیں کرے
گی، حسب (خاندانی شرف) پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب
کرنا اور نوہ کرنا، اور فرمایا اگر نوہ کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے
پچھلے ہوئے تاجے اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ (۸) اور امام احمد (۹) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۸) امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۹) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۳، ۳۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیہ قالت یا یعنای رسول اللہ ﷺ فقرنا علیہا ان لا یشترکن بالمالہ شیئا ویہا فاعن النہاحۃ۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، آپ نے ہم پر یہ آیت تلاوت کی کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں۔ اور ہم کو فوجہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد (۲) اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (۳)
(۲) امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہدانی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

(۳) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیہ قالت احدث علیہا النہی ﷺ عند البیعتہ ان

لا تشرح۔۔۔ الحدیث (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح

بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم (۵)، امام ابوداؤد (۶)، امام نسائی (۷) اور امام احمد (۸) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵) امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(۶) امام ابوداؤد سلیمان بن شعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

(۷) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی

(۸) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۴۰۸، مطبوعہ مکتب

اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ ﷺ الناحیہ

والمنعہ۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن شعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن

ابوداؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتہائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فوج کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث کو امام احمد (۱۰) نے بھی روایت کیا ہے۔

(۱۰) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

مروءہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال: قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ بِمَا يَعْنُكَ عَلَيَّ أَنْ لَا يَشْرِكَنَّ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِفَنَّ وَلَا يُزْنِينَ وَلَا يَقْتُلَنَّ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهَنَاءٍ يَفْسُرْنَ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْمَلَنَّ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ط
أَنْ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (ممتحنہ: ۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں، وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، کوئی خود ساختہ اور چھوٹا بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو ان کو بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بخیر رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابیہیم قلمی لکھتے ہیں:

فقامت ام حكيم بنت الحارث بن عبدالمطلب فقالت يا رسول
الله ما هذا المعروف الذي امرنا الله به ان لا نعصيك فيه؟ فقال ان
لا تحمشن وجهي ولا تلطمن خدي ولا تنقن شعري ولا تمرقن حبيبي ولا تسردن
لوبي ولا تدعون بالويل والنور ولا تقمن عند قبر فبايعهن رسول الله
ﷺ على هذه الشروط۔ (شيخ ابوالحسن علي بن ابي ابيم تمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی
ج ۲ ص ۳۶۲، مطبوع مؤسستہ دار الکتابتہ و النشر قم۔ ایران الطبع الثالث)

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب نے کھڑی ہو کر کہا: یا رسول
اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں
آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے
رخساروں پر تھپڑ نہ مارو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ
پہنو، ہائے وہ مَرگیا، ہائے وہ مَرگیا نہ چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول
اللہ ﷺ نے ان شروط پر ان کو بیعت کر لیا۔

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال زيد بن اسلم: فيما شرط الا يعصيته فيه ان لا يلطمن وایشقن
حبيبي ولا يدعون بالويل والنور كنععل اهل الجاهليته وقال ابن عباس
فما شرط ان لا يعصيه فيه النوح۔ (شيخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی
متوفی ۳۳۰ھ، تفسیر تمیان ج ۹ ص ۵۸۸، مطبوع دار احیاء التراث العربی بیروت)
زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ

ٹھانچے نہ ماریں، گریبان نہ پھاڑیں، ہائے وہ مَر گیا، ہائے وہ مَر گیا نہ پکاریں جیسے
زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا جس چیز میں مافرمانی نہ
کرنے کی شرط تھی وہ یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں۔

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

فصل عنی بالمعروف والنہی عن النوح وتطریق الثیاب
وحز الشعر وق الحجب وخمس الریح والدعاء بالویل۔ (شیخ ابوعلی فضل بن
حسن طبرسی متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۴ ص ۴۱۴، مطبوعہ انتشارات
ناصر خسرو، ایران)

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ
پھاڑیں، بال نہ نوچیں، گریبان نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے
موت نہ پکاریں۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مفسرین در تہمید معروف و در بیان مہام خلاف
کردہ (الہی قولہ) ابن زہد ہر انہیست کہ نوحہ نکنند و جامہ ندرند و موئے
نکنند و روئے نخر اشند و سر نتر اشند و سلیطہ نباشند و شعر نخوانند۔ (شیخ
فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۴ ص ۲۵۸، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو
ایران)

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے، ابن زہد کی روایت یہ ہے

کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، چہرہ نہ نوچیں، بال نہ کاٹیں، زبان درازی نہ کریں، شعر نہ پڑھیں۔

مرقدہ ماتم کی حرمت پر شیخ البلاغۃ سے استدلال: علماء شیعہ کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر، مستند اور صحیح کتاب شیخ البلاغۃ ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال عليه السلام ينزل الصبر على قلب المصيبة ومن صبر يده
عالي فخذه عند مصيبته حبط عمله۔ (شیخ البلاغۃ) (مع فارسی
ترجمہ) ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات، زرین ایران)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل
کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل
ضائع کر دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن عثیم بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومن قصر في الصبر لم يحصل له هذه الفضيلة وارتكب
معاصيا وهو المحرج حبط اجره وهو ثوابه على الصبر وكنى عن الجرح
بمعابله في العارة من صبر المدين على الفخدين وقيل بل يحبط ثوابه
السابق لان شدة الجوع يستلزم كراهيته قضاء الله ومسخطه وعدم التفات
الي ما عرذبه من ثواب الصابرين وهو معد لمحتر الحسنات من لوج
النفس وسقوط ما يلزمها من ثواب الأجر۔ (شیخ کمال الدین عثیم بن علی بن

میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۳۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ النصر
ایران ۱۳۸۷ھ)

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی
بے صبری کو اختیار کیا تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری کو زانوؤں
پر ہاتھ مارنے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ انسان کی عادت ہے وہ بے صبری کے وقت اپنے
زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس
کا پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی
قضا کو ناپسند کرنے اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے
والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کی طرف التفات نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ
نیکوں کے مٹنے اور ان پر اخروی ثواب کے مٹنے کو مستلزم ہے۔

(ابن میثم کی ترتیب اور تعدد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے۔)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن أصبح بشكوى مصيبتة تزلزل قلبه فقد أصبح بشكوى به۔ (نہج)

البلاغۃ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۵، مطبوعہ انتشارات زرین ایران)

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس
نے اپنے رب کی شکایت کی۔

شیخ ابن میثم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شكوى المصيبة وبشرها الشكوى من الله لأن الله تعالى

ہو المہبتی بہا۔ (شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحران متوفی ۶۷۹ھ، شرح
نہج البلاغہ ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصر لیران ۱۳۸۷ھ)

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس
مصیبت میں بتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال: شیخ ابو جعفر کلینی روایت
کرتے ہیں:

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت لہ ما الجوع قال: اشد الجوع الصراخ
بالربیل والمعزیل والمطمح الرجاء والصابر وز الشعیر من النواصبی ومن قام
النواصب فقلل ترک الصبر واخذ فی غیر طریقہ ومن صبر واسترجع وحمد اللہ
عز وجل فقصر رضی بفاصل اللہ ودفع اجرہ علی اللہ ومن لم يفعل ذلك
جری علیہ القضاۃ وهو ذمہم واحیط اللہ تعالیٰ اجرہ۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن
یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، افروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۲-۲۲۳، مطبوعہ
دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جوع (بے صبری) کیا
ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی یہ چلائے ہائے وہ مر گیا، اور سینہ
اور چہرے پر پتھر مارے اور پیشانی سے بال نوچے اور جس شخص نے نوحی کیا اس نے
صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنا اور جس نے صبر کیا اور انا اللہ وانا الیہ
راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس

کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اجر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہو گئی اور وہ مذموم ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔

علی اکبر غفاری نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوٰۃ اللہ علیہ پر ماتم کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، انفروع من الکافی، ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

علی اکبر غفاری کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہج البلاغہ میں کوئی استثناء ہے نہ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے نیز علی اکبر غفاری نے اسی حاشیہ میں ملا مجلسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”ماتم کرنا صبر کامل کے منافی ہے اس سے ماتم کے جواز کی نفی نہیں ہوتی“ علی اکبر کی یہ توجیہ بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے! اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ ہم اس بحث کے آخر میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبدالمسلمہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ ﷺ ضرب المسلم بدمہ علی فحدہ عندالمصیبۃ احتیاط لاجزء۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن

یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، اقرواع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۴، مطبوعہ دارالاسلامیہ
تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مصیبت
کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن اسی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا یبغی الصباح علی المیت
ولاشئ الثیاب۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، اقرواع من الکافی
ج ۳ ص ۲۲۵، مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کے میت پر چٹا نا نہیں چاہیے اور نہ
کپڑے۔ پھاڑنا چاہیے۔

عن اسی الحسن الاول علیہ السلام قال: قال: حذیر الرجل ینہ
علی فخلہ عند المصیبتہ احیاط لاجیرہ۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی
۳۲۹ھ، اقرواع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵، مطبوعہ دارالاسلامیہ تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو الحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے
زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن اسی عبد اللہ علیہ السلام قال: لا یصلح الصباح علی المیت
ولا یبغی ولیکن الناس لا یعرفونہ والصبر خیر۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب
کلینی متوفی ۳۲۹ھ، اقرواع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۶، مطبوعہ دارالاسلامیہ
تہران، ۱۳۹۱ھ)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلانا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

ابو جعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال عليه السلام ان البلاء والصبر يستبقان الى المؤمن فياقيه البلاء وهو صبور، وان المجزع والبلاء يستبقان الى الكافر فياقيه البلاء وهو مجزع۔ (شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ، من الاکثرہ الفقیہ، ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ایران)

صادق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن کی طرف سبقت کرتے ہیں جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر کی طرف سبقت کرتے ہیں، اس پر مصیبت آتی ہے درآں حالیکہ وہ بے صبری کر رہا ہوتا ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال: ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

روایت کردہ است از امام معصہ العظمیٰ کہ امیر المؤمنین فرمود روز سے من وفاطہ نہ بخندمت حضرت رسول ﷺ رفیقتم و از حضرت بسید المرسلین گمر لسیمت عمر بنی کرم پدر و مادرم فدای تو و مادر و دل اسلام چہ چہ من سیدم، مرید و شہید است؟ فرمود یا اعلیٰ شیعہ کرم اباسان بردند زنی چند از امت

خود را در عذاب شدیدی دیدم و گریه من به رانک ایشانست (البی
قوله) آنکه بصورت سبک بود و آتش در دهرش می کرد و داخلاننده و نوحه
که نه نه وحه و در و در (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب
ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعه کتاب فروش اسلامی تهران ایران)

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز میں اورفاطمہ علیہما السلام حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور آں حضرت بہت رو رہے تھے ہمیں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ کے اس رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اے علی! جس رات مجھے آسمان پر لے گئے تھے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں کو شدید عذاب میں مبتلا دیکھا اور میرا رونا انہی کی وجہ سے ہے (پھر آپ نے ان عورتوں کے بیان میں فرمایا:) جو عورت کتے کی صورت میں تھی اور اس کی ذہر (پاخانے کی جگہ) میں آگ ڈال رہے تھے وہ چلانے والی، بونہ (ماتم) کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام حاکیم دختر حادث بن هشام که زن عکرمه پسر
ابو جهمیل بود گفت یا رسول الله آن کنام معروفست که خدا گفته
است که هر که در آن است و در آن نکند نیستم حاضرت
فرمود در مصیبت ما طایفه بر روی خود منید و روی خود را خراشید و بوی

خود را کہ نیکو گو، سربہ ان خود را چاک نکند و چون کہ خود را سیدہ
 کہ نیکو گو و او را مگر لیدرس بر این شرطہا حضرت بارشای بیعت
 کرو (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۶۰، مطبوعہ کتاب فروش
 اسلامیہ تہران ایران)

عکرمہ بن ابوجہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے پوچھا کیا
 رسول اللہؐ کو کسی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ہم اس
 میں آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں اپنے چہرے پر طمانچہ
 نہ مارو، چہرے کو نہ پھیلو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے کپڑوں
 کو سیاہ نہ کرو، وایلا (ہائے وہ مر گیا) نہ کرو پس ان شرطوں پر آپ نے ان غوثوں
 سے بیعت لے لی۔

نقش اسلام

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن ہبہ و یومہ بہ نہ بہجتہ از امام جعفر صادقؑ روایت کردہ
 است کہ حضرت رسولؐ فرمود چہار خصلت ہمہ ہیشہ
 در امت من خواہد بود تا روز قیامت۔

اول: فی بنی مردن بہ حصہ مالے خود و دوم طہ بن کردن
 نسیم، سوم آمدن بہراں را از لوضاع کو اکسب دانستن و اعانتہا و علم
 زہومہ لشتہ بن، چہارم زوحہ کہ دن و ہرستی کہ اگر نوحہ کنندہ توبہ

نکند پیمیش از مردنش چوں روز قیامت مبعوثه شود جامه از مس گداخته
 و جامه از جگر سب بر او پوشانند (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب
 ج ۳ ص ۶۷۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت
 ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں چار بُری عادتیں ہمیشہ
 قیامت تک رہیں گی۔

پہلی: اپنے حسب میں فخر کرنا، دوسری: نسب میں طعن کرنا، تیسری: بارش
 آنے کا سبب ستاروں کو جاننا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا،
 چوتھی: نوحہ (ماتم) کرنا اور اگر نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو جب
 اس کے قیامت کے روز اٹھایا جائے گا تو اس کو پگھلے ہوئے تانبے کا اور خارش
 کا لباس پہنایا جائے گا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: WWW.NAFSEISLAM.COM

فمرات بن ابراہیم بہ شد معتبر از جابر انصاری روایت
 کردہ است کہ رسول خدا در مرنش آخر خود با حضرت فاطمہ گشت
 (الابی قولہ) اے فاطمہ کہ ہر ایک پیغمبر گریبانِ نسی باید در بدو روئے
 بایدہ خسر اشید و ولو ملانے بایدہ گشت ولیکن بگر آنچه پدرت در وفات
 ابراہیم فرزند خود گشت کہ چشمہ من می گریند و دل بدوے

آلہ مد (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۳ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

فرات بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ حضرت جابر انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری مرض میں حضرت فاطمہؓ سے (چند نصیحت کے کلمات کے بعد) فرمایا: اے فاطمہ جان لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان پھاڑنا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں چھیلنا چاہیے اور اوٹا نہیں کھینچنا چاہیے، لیکن وہ جو تمہارے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقع پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں درد ہے۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ ہ سند معتبر از امام محمد باقر روایت کردہ است کہ حضرت رسول در زندگام وفات خود بحضور حضرت فاطمہ فرمود ای فاطمہ چوں بسیرم روئے خود را بر لے من مضر اش و گیسوئے خود را بر ریشہ ان نہ کن و و لو لم یکن و نہ نوحہ گراں را لم یطلب۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا اے فاطمہ جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لیے اپنی چہرے کو نہ

چھیانا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور اوٹلا (ہائے موت) نہ کہنا اور ٹوہ (ماتم) کرنے والوں کو نہ بلانا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

چون خسرو دشمن شد کہ سر میند الفان بلند شد زینب خاتون
خواہر جناب امام حسین علیہ السلام بخد مت آن حضرت آمد
و بد کہ آن امام مظلوم سر بر زانو اندوخته شد بخواب رفته است
گشت ای برادر بن صدای اہل جو و جنارا نشینوی؟ حضرت
سر برداشت و فرمود کہ اے خواہر درانی وقت بخواب دیدم
جدم محمد مصطفیٰ ﷺ و پدرم علمی سر تھنے و مادرم فاطمہ زہرا
برادرم حسن و مجتبیٰ را کہ بنزد من آمدند و گفتند ای حسین تو در این
زودی بنزد ما خواہی آمد چون زینب خاتون این خبر و حشت
اثر داشتہ و طپانچہ بر روی خود زد و فریاد و بولہ بلند کرد حضرت
فرمود کہ ای خواہر گریہ و بیل و عذاب بر منی تو نیست بر ای
دشمنہ! نہ ان تہمت صبر کن و بنزدی دشمنہ! ان را ہر ما شداد
مگر مردان۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۳۹۔ مطبوعہ کتاب
فروشی اسلامیہ تہران ایران، ۱۳۸۹ھ)

جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب

حضرت امام حسین کے پاس آئیں، دیکھا کہ امام حسین سوئے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا: اے بہن! میں نے ابھی خواب میں اپنے ماما حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے اور کہا اے حسین! تم بہت جلد ہمارے پاس آ رہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر دشت ارشنی تو انھوں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے واویلا کرنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری معزز بہن ویل اور عذاب تم پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم صبر کرو اور اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کرو۔

نیز ماما باقر مجلسی لکھتے ہیں:

و فرمود کہ ای خوابی با جان ہر ابر حلم و بردباری پیشہ خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر قضای حق تعالی صبر کن و فرمود کہ اگر می گزاشتند مرا با ہمت راحت خود را بساکنہ نی افکندم زینب خاتون گفت این بیشتر دل مارا میخروچ می گرداند کہ راہ چارہ از تو منقطع گردیدہ و بضرورت شربت ناگوار مرک را می نوشی و مارا غریب و بیگس و تنہا در میان اہل نفاق و شقاق می گذری پس دستہ امی خود را بلند کرد و گنگونہ خود را خراشید و منتہی را در سر کشید و گریبان طاقت چاک کرد و یسے ہوش افتاد آن

امام غریب بہر خواست و آب بہر روی خواہر گرامی خود
 پاشیدہ چون بہوش باز آمد گشت ای خواہر نیک اختر از خدا بہ
 ترس و مہمتہ ای حق تعالی راضی شود بدانکہ ہمہ اہل زمین
 شربت ناگوار مرگ رسانی چشند و اہل آسان باقی نی مانند و
 بہر ذات مقدس حق تعالی ہمہ چیز در معرض زول و فناست
 لو ہمہ را میسر اند و بعد از مردن مبعوث می گرداند و لا منفرد اس در
 بقا و برادر و مادر من شہید شد ندہم زمین

بہتر بودند و حضرت رسول خدا ﷺ کہ اشرف خلایق بود در دنیا
 نہ اند و صبرای باقی رحمت فرمود و بسیاری از این مواضع
 پسندیدہ برای آن نور ویدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ ای
 خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چون سن از تیغ اہل جفا بعالم بقا
 رحمت نایم گریبان چاک نکنید و رو مضراشید و ولولہ مگویید (ملا
 باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، ج ۱، العیون ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ
 تہران، ۱۳۹۸ھ)

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے فرمایا: اے میری بہن میری
 جان کے برابر، حلم اور بردباری کو اختیار کریں اور اپنے اوپر شیطان کو قبضہ نہ دیں، اور
 اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کریں، اور فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں
 بلاکت کو اختیار نہ کرتا، حضرت زینب نے کہا اس بات سے تو ہمارا دل زیادہ رنجی ہوتا

ہے کہ آپ کے لیے اب کوئی چارہ کال نہیں ہے اور مجبوری کی وجہ سے ناپسندیدہ
 موت کا شربت پی رہے ہیں، اور ہم کو مخالفین اور منافقین کے درمیان ہے
 یا رو مددگار تنہا مسافرت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند کر کے
 رخسار نوچنا شروع کیا اور دوپٹہ سر سے اُتار دیا، گریبان چاک کیا اور بے ہوش
 ہو گئیں، امام نے اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور جب ہو ہوش
 میں آ گئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ
 جان لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں
 گے، سو اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کے فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارنے کے بعد پھر زندہ
 کرے گا وہ باقی رہنے میں منفرد ہے میرے بھائی اور مان جو مجھ سے بہتر تھے وہ
 شہید ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ جو تمام مخلوق سے افضل تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے،
 اور دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور یہ وصیت کی
 کہ اے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے
 عالم بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور
 واویلا نہ کرنا۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

از حضرت صادق منقولست کہ چون صبح آن روز می شوم
 طالع شد آن اہرام مظلوم با اصحاب خود نہ صبح او اگر دو بعد از نماز
 رو بہ جانب اہ حب سعادۂ مآب خود گردانید و فرمود کہ گواہی

میں دہم کہ امروز بہ شہید خواہید شد بغیر از علی بن الحسین
پس از خدا بترسید و صبر کنید تا بسعادت فائز گردید و از مشقت
و مذلت دنیاوی فافارہایی یابید۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، ج ۱، العیون
ج ۲ ص ۵۵۲، مطبوع کتاب فروش اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے جب اس منحوس دن کی صبح طلوع
ہوئی تو امام مظلوم نے اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد اپنے
اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آج علی بن الحسین کے سوا تم تمام شہید ہو جاؤ گے،
پس خدا سے ڈرنا اور صبر کرنا تا کہ سعادت پر فائز ہو اور دنیا کی مشقت اور مذلت سے
رہائی پاؤ۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس شکایت نہ دختر آن حضرت منقذہ از سر کشید و گشت
اے پدر بزرگوار تو بن بے مرگ دادہ و مارا بہ کہ میگذاری آن امام مظلوم
گریست و فرمود اے نور دیدہ من ہر کہ یادری ندرد یثین مرگ
را ہر خود قرار میدہد ای دختر یاد رہے کہس خدا است و رحمت
خدا در دنیا و عقیبتی از شاہدان خواہد شد صبر کنید ہر قضا ہائے خدا
شکایتی و زرد کہ ہرودی دنیا فانی منقضی میگردد و نعیم ابدی
آخرت زوال نہ دارد۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، ج ۱، العیون ج ۲ ص ۵۵۵،
مطبوعہ کتاب فروش اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پھر آپ کی صاحبزادی حضرت سیکڑ نے دو پہلے سر سے اتارا اور کہا اے با جان! آپ مرنے کے لیے جا رہے ہیں مجھ کو کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں، امام مظلوم روئے اور فرمایا! اے نور چشم جس کا مددگار نہیں ہوتا وہ بالیقین اپنے لیے موت سمجھ لیتا ہے، اے نبی ہر شخص کا خدا مددگار ہوتا ہے، دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سے جدا نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا، اور صبر کو اختیار کرنا، عنقریب دنیا فانی ختم ہو جائے گی اور آخرت کی ابدی نعمتوں کو زوال نہیں ہوگا۔
اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس دیگر بار اہل بیت رسالت و پردگیان سر لوق
عصمت و طہارت را در اعنود و ایشان را بصبر و شکیبائی امر
فرمودہ و بعدہ مشروبات غیر مستنہی الہی تسکین داد و فرمود کہ
چار ہمارا سر سر گیرید و آمادہ لشکر مصیبت بلا گردید و بدانید کہ
حق تعالیٰ حافظ و حامی شاست و تبارا از شر اعدا نجات مید
ہد و عاقبت شہارہ بخیر میگرداند و دشمنان شارا بانواع بلا ہا
میتوانی ساز و شدا بعوض این بلا ہا در دنیا و عقبی بانواع نعمت
کرمتمہا می نوازند و نہاد کہ دست از شکیبائی ہر مدداید و کلام
ناخوشی ہر زبان میدرید کہ موجب نقص ثواب شہر دو (ملا باقر
مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۷۶، مطبوعہ کتاب فروش اسلامیا

(تہران، ۱۳۹۸ھ)

پھر دوسری بار اہل بیت رسالت اور خاندان اہل طہارت کو آپ نے
الوداع کہا اور ان کو صبر اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اجر و ثواب کے
ساتھ تسلی دی اور فرمایا کہ اپنے سر پر چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے تیار
ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے
نجات دے گا اور تمہاری آخرت اچھی کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو مختلف بلاؤں
میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان مصیبتوں اور بلاؤں کے عوض آخرت میں
عزت اور اجر سے نوازے گا، خبردار صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور بے صبری کا کلام زبان پر
نہ لانا اس سے تمہارے اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی جو ماتم کی
حرمت کے لیے نص قطعی ہے، اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی
اللہ عنہ وارضاه۔

نوٹ: کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کو جوابات: علماء شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
کے سامنے حضرت حمزہ پر فوجہ کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں:

وَبَكَتِ الْأَنْصَارُ عَلَيَّ فَنَلَيْ هُمْ فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ
لَمْ يَكُنْ حِمْرَةً لَا بَرَأَ كُنِيَ لَمْ يَكُنْ نِسَاءً الْأَنْصَارُ إِلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ فَبَكَتِ عَلَيَّ حِمْرَةٌ فَنَدَعَا لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمَرْءُ هُنَّ بِالْأَنْصَارِ أَفْ،
فَهِيَ إِلَيَّ الْيَوْمَ إِذَا مَاتَ الْعَمِيَّتُ مِنَ الْأَنْصَارِ بَدَأَ النِّسَاءُ فَبَكَتِ عَلَيَّ حِمْرَةٌ ثُمَّ

مسکت علی مہنتیں۔ (امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴،
مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ)

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء احد) پر رو رہی تھیں رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین رسول اللہ ﷺ کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ جب انصار میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو ان کی خواتین پہلے حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔

(۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے مروجہ ماتم میں بلند آواز سے گریہ کرنا، سینہ پٹینا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام طبری لکھتے ہیں:

عن الشماخ عن بنی سلمة (الی قولہ) ومم رسول اللہ ﷺ بدار

من دود الانصار من بنی عبد الاشهل و بنی ظفر فسمع البكاء و البوائع
 علی قتلاهم فلرفت عنہا رسول اللہ ﷺ فبکی ثم قال لکن حمزة لا
 یواکی لہ فاعلموا رجوع سعد بن معاذ و اسید بن حضیر الی دار بنی عبد
 الاشهل امرا نساء ہم ان ینحرن من لم یندھن فیسکین علی عم رسول اللہ
 ﷺ (امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الاثم الملوک ج ۲ ص ۲۱۰،
 مطبوعہ مؤسستہ العلمی مطبوعات بیروت)

بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے روایت ہے کہ انصار کے گھروں میں سے بنو
 عبد الاشهل اور بنو ظفر کے گھر کے پاس سے رسول اللہ ﷺ گذرے، آپ نے ان
 کے مفتولوں پر رونے اور نوچہ کرنے کی آوازیں سنیں، رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں
 سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے رو کر فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں،
 جب حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر، بنی عبد الاشهل کے گھر لوٹے تو انھوں
 نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ ﷺ کے عم مکرم پر روئیں۔

اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ واقعہ بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے مروی ہے، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا،
 سو یہ مجہول روایت ہے اور مجہول روایات حجت نہیں ہوتی۔

(۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، ہال
 بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ مجہول کی روایت بھی مروجہ
 ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اس وقت نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس کے بعد منع کر دیا گیا۔

اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:
امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ مر بمساء عهد الاشهل بمكة
هنا كما هم يوم احد فقال رسول الله ﷺ لكن حمزة لا يواكح له فجاء
مساء الانصار بمكة حمزة فاسقيظ رسول الله ﷺ فقال ويحهن
ما انقلبن بعد مر ووهن فامقلبن ولا يمكين على هالك بعد اليوم۔ (امام محمد
بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت
کتب کراچی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو
عہد الاشہل کی خواتین کے پاس سے گزرے جو جنگ احد کے شہداء پر رو رہی تھیں،
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین
آئیں اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے آپ نے فرمایا
ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس چلی جائیں اور آج
کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ نہ کریں۔ (آواز سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (امام احمد بن حنبل متوفی

۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۹۲، ۸۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مسترک ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نوحہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کی پھوپھی کو نوحہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اس وقت حرام ہے جب رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد نبی ﷺ نے نوحہ کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبد الاشہل کی غورتوں کے پاس سے گزرے جو جنگِ اُحد کے شہداء پر رو رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی غورتیں حضرت حمزہ پر رونیں، رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور آئندہ کسے مرنے والے پر نہ رونیں۔ (علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ

القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرة مصر، ۱۳۲۸ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۱۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد ”لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں“ اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافرت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا، انصار جو رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سہقت کرتے تھے، انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر خواتین گریہ کریں اور نبی ﷺ نے جب ان کی اطاعت اور رضا جوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کر دیا تا کہ اس گریہ سے نوحہ (ماتم) کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے نوحہ کرنے کو منسوخ کر دیا۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوة ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

چہرہ پٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب !!:

قرآن مجید میں ہے:

و بشر وہ بسلام علیہ۔ فاقبلت امر آتہ فی صبرۃ فصدمت و جھپٹا

وقالت عجز عظیم۔ (ذاریات: ۲۹-۲۸)

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی، تو ان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر (تعجب سے) اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی باجھ (کے لڑکا ہوگا؟)

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَاَمْرًا اٰتٰهُمۡ فَاٰتٰهُمۡ فَطۡحَ مَكَّتَ بَشَرۡتَہَا بِاسۡخَاقٍ وَمِنۡ رَّوَادِ اسۡخَاقٍ
 یَعْقُوبَ ۔ قَالَتۡ یٰوِیۡلَتِیۡ ؕ اِلٰذَا وَاٰنَا عَجُوزٌ وَاٰلٰذَا بَعَلٰی شَیْخًا ؕ اِنَّ ہٰذَا لَشَیْءٌ
 عَجِیۡبٌ ۔ قَالَا اِنَّہُمۡ جِیۡبِیۡنٌ مِّنۡ اٰمَرِ اللّٰہِ رَحِمَتِ اللّٰہُ وَبَرَکَاتِہٖ عَلَیۡکُمۡ اٰہِلَ
 الْبَیۡتِ ؕ اِنَّہٗ جَمِیۡدٌ مُّجِیۡدٌ ۔ (سورہ: ۷۱-۷۳)

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ بے بس پڑیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا اے فسوس! کیا میں سچے جنوں کی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے ابراہیم کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بندگی والا۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ ذاریات کی آیت میں حضرت سارہ کے منہ پیسنے کا بیان ہے اور سورہ ہود کی آیت میں یسا ویسلیٰ اے فسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہائے فسوس کہہ کر منہ پیٹنا جائز ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں مروجہ ماتم کی اصل نہیں ہیں، کیونکہ

ما تم غم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے، اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت بنس رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیا کی وجہ سے چہرہ چھپانے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے ہاں پہلی بار ولادت ہوتی ہو اس کے سامنے ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیا آتی ہے، یا انھوں نے تعجب کی بنا پر ماتھے پر ہاتھ مارا اور ان کا ایسا ویلےسی کہنا بھی مصیبت پر ہائے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے اظہار تعجب کے لیے یہ کلمہ کہا۔

شیخ متی لکھتے ہیں:

(فصحت وجہها) ای غطفہ بما بشرھا جبرائیل۔ (شیخ ابوالحسن

علی بن ابیہم متی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قم ج ۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ دارالکتابۃ والنشر قم ایران ۱۴۰۲ھ)

حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے

(حیا سے) ہاتھوں سے چہرہ کو چھپا لیا۔

شیخ ابو جعفر طوسی لکھتے ہیں:

صحت وجہ تعجبها۔ (شیخ ابو جعفر بن محمد حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ،

تفسیر تہیان ج ۹ ص ۳۸۸، مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت)

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔

شیخ طری لکھتے ہیں:

جمعت اصحابها فضربت جميعها تعجبا عن المقاتل والكلبي -)

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۲۳۸، مطبوعہ

انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۱ھ)

ملاحیہ اللہ کا شانی لکھتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتہ اند کہ ازگشتہا را جمع کرد و برہر دو

جہیں خود زد و این عادت زبال است در وقتیکہ تعجب کنند و گریند

کہ در این حال کہ این مملوہ شنید ، حبص در خود یافت و بجهت

حیاء طہانچہ بر روئے خود زد - (شیخ اللہ کا شانی متوفی ۷۷۹ھ، منہج

الصادقین ج ۹ ص ۴۳، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران)

مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان

کو اپنی پیشانی پر مارا، اور یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت ایسا کرتی ہیں

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری

ہو گیا اور انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر طہانچہ مارا۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی

بشارت سن کر حیاء سے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا یا عورتوں کی عادت کے مطابق

تعجب سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا یا اس وقت ان کا حیض جاری ہو گیا تھا تو شرم کی وجہ

سے انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہر حال کسی صورت بھی حضرت سارہ کا

اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا حتیٰ

کہ ان کا یہ فعل مروجہ ماتم کی اصل بن سکے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔!

زانو پسنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ طرقة و
 فاطمة بنت النبي ﷺ لهذه فقال الا تصليان فقلت يا رسول الله انفسنا
 بيد الله فاذ اشاء ان يبعثنا بعثنا فاصرف حين قلت ذلك ولم يرجع الي
 شيئا ثم سمعته وهو مدلل يصرف فخره وهو يقول وكان الانسان اكثر
 شئ حسداً۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲،
 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو اور نبی ﷺ کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری روئیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا اور آں حالیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زانو پر ہاتے مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ ﷺ کو رنج

ہوا اور آپ نے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا، اس سے زانو پٹینا اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، نہج البلاغہ، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زانو پیٹنے یا سینہ زنی کرنے یا منہ پر طمانچے مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زانو پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس برہنہ جواب پر تعجب سے زانو پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے افسوس سے زانو پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا حتیٰ کہ زانو پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مروجہ ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحتہ موجود ہے:

وَحَسْرَتٌ بَعْدَهُ عَلٰی فَحْشَةٍ عِنْدَ مَصِيبَةٍ حَيْطُ عَمَلِهِ۔ (نہج البلاغہ)

(مع فارسی ترجمہ) ۱۲۳۹ھ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران)

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زانو پر ہاتھ مارا تو اس کا عمل ضائع کر دیا جائے گا۔

تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے صبری کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم

قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو ترک کر دیتے جن میں صبر کرنے کو فرض اور بے صبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیعہ حضرات کے نزدیک، نہج البلاغہ، صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ نہج البلاغہ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ کریں۔

سینہ پٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا موطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب:
امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن عبد اللہ الخراسانی عن سعید بن المسیب انه قال جاء اعرابی الی رسول اللہ ﷺ یضرب نحرہ و ینسف شعرہ و یقول ہلک الابعد فقال لہ رسول اللہ ﷺ وما ذلک قال اصیت اہلی انا صائم فی رمضان فقال لہ رسول اللہ ﷺ هل تستطيع ان تعتق رقبتہ قال لا قال فہل یستطيع ان یتہدی بیدہ قال لا قال فاجلس فاتی رسول اللہ ﷺ یعرف من تمہ فقال خلہ لہنا فتصدق بہ فقتل ما احبنا اجر عنی یا رسول اللہ فقال کل وحمیم یوما مکان ما اصیت۔ (امام مالک بن انس اصحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۲۳۸، مطبوعہ مجتہاتی پاکستان، لاہور)

سعید بن مسیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس حالیکہ وہ اپنے سینہ پر تھپڑ مار رہا تھا اور اپنے بال نوج رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا

رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر بیٹھو، اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا آیا، آپ نے فرمایا لو اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھا لو، اور تم نے جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لیتا۔

اس حدیث میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔

اس استدلال کو حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت ”اصبروا“ صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کی ضد ہے اور کسی شی کا امر کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا از روئے قرآن ماتم حرام ہوا اور مؤطا امام مالک کی یہ مرسل روایت قرآن مجید سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(۲)۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے، لیکن ان میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ پر تھپڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیب ہیں اور یہ تابعی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع

روایت غیر معتبر ہے۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں بال نوچنے اور تھپڑ مارنے سے منع کیا ہے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے زیادتی کی اور ظلم کی اس نے بعد میں پچھتاوے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور بال نوچے اگر یہی روایت مروجہ ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کربلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظلماً شہید کرنے والے یہی شیعان علی تھے اور بعد میں افسوس اور پچھتاوے سے نسل بعد نسل اپنے بال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ہائے ہم نے یہ ظلم کیوں کیا! نیز جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم نے تاتلین حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت ملا مت کی تو انھوں نے غم اور افسوس سے واویلا کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، بالوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے انھی کی نسل ہیں۔

زانو، رخسار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے

استدلال اور اس کا جواب

ملا معین کا شفی لکھتے ہیں:

در روایتی آنست کہ طلوعش دلو و چوں امیر السومنین عمر رضی

اللہ عنہ این معنی معلوم کرد خاک بر سر روضت و فغان بر آورد
 (المین الحاج محمد فرای (المعروف بملا مسکین) متوفی ۹۵۴ھ، معارج النبوة رکن ۴
 ص ۹۴، مطبوعہ منشی نو الکثر زکھنو، ۱۲۹۲ھ)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دے
 دی، جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے سر پر خاک
 ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔
 شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و از غم راجب روایت ست کہ در معارج النبوة آورده کہ
 آواز شیطان بہ قتل محمد ﷺ ندائی کرد۔ بدینہ رسید در خانہ مالے مدینہ
 یہ سر شنیدند و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں این آواز شنید
 دست بر سر زنان از خانہ بیرون دید و میگریست و ہم زنان
 ہاشمیہ بہ منی غالبند۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، معارج النبوة
 ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ بکھر)

معارج النبوة میں ایک انتہائی عجیب روایت ذکر کی گئی ہے کہ شیطان نے
 سیدنا محمد ﷺ کے قتل ہونے کی ندا کی، یہ آواز مدینہ اور مدینہ کے گھروں تک پہنچی
 حضرت فاطمہ زہرا نے جب یہ آواز سنی تو سر پٹیتی ہوئی باہر آئیں، آپ رو رہی تھیں
 اور ہاشمی خواتین بھی رو رہی تھیں۔

یہ غیر مستند روایت ہے، اس کی سند مذکور نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اس کو

معارض البدو سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عن عباد بن الزبير قال سمعت عائشة تقول مات رسول الله ﷺ بين سحري و سحري وفي دؤري و لم اظلم فيه احدا فمن سفيهي و حداثته سبي ان رسول الله قبض وهو في سحري ثم وحيث راسه علي و سادة و قدمت القدام مع النساء و اصرب و جهي - (امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۴۴۱، مطبوعہ مؤسسۃ العلمی للمطبوعات، بیروت)

عباد بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے میرے حضہ میں فوت ہوئے اور میں نے اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں فوت ہوئے، میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور غورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی اور اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھی۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

و اقامت عائشہ علیہ النوح فنہا عن البکاء عمر فانہ ان یتھین فقال لہشام بن الولید ادخل فاحرج الی ابنتہ الی فحافزہ احت الی بکمر فقلت عائشہ لہشام حتی سمعت ذلک من عمر الی اخرج علیک

یہی فقال عمر لہشام ادخل فقد اذنت لك فدخل ہشام فاخرج الیہ ام
فروۃ بنت ابی قحافۃ فعلاھا بالثرة صبرات فتعرق النوح حين سمعت
ذلك - (علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکریم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ،
الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ)

حضرت ابو بکر کے انتقال پر حضرت عائشہ نے نوہ کرنے والیوں سے نوہ
کر لیا، حضرت عمر نے ان کو روکنے سے منع وہ نہیں رکیں، حضرت عمر نے ہشام سے
کہا جاؤ حضرت ابو بکر کی بہن کو میرے پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا
میں ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت عمر نے ہشام سے کہا جاؤ
میں تم کو اجازت دیتا ہوں ہشام گئے اور حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ کو بلا لائے،
حضرت عمر نے ان کو کئی درے لگائے، جب نوہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ
گئیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واما بقیۃ اہلہ ونسائہ فان عمر بن سعد وکل بہم من بحرہم
وبدا کلہم ثم ارکبہم علی الرواحل فی الہرادیج، فلما مروا بمکان
التمعر کتبہ ورا دا المحسین واصحابہ عطر وحین ہذا لك بکۃ النساء و
صرعن وندبت زینب اخاھا الحسین واہلہا فقالت وہی تبکی:

یا محمدنا یا محمدنا صلی علیک اللہ و ملائک السماء ہذا
حسین بالمعراء مرمل بالدماء مقطوع الاعضاء یا محمدنا وبناتک سہابا

وفريثاك مقتلتہ ، تسقى عليها الصبىا قال فابكت والله كل عبد و صديق

-

قال قمرہ بن قیس لسماء مررت بالنسرة بالقنابلی صحن ولطمین

خالد دھن ۔ (حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۷ھ، البراہیہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳

، مطبوعہ مکتبہ المعارف بیروت، الطبعة الثانية ۱۳۹۲ھ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تافلہ میں سے باقی ماندہ لوگ اور خواتین کو

عمر بن سعد نے محافظوں کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو انہیوں پر کجاووں میں سوار کرایا۔

جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گزرے اور حضرت حسین اور ان کے اصحاب کی

لاشوں کو وہاں پڑا ہوا دیکھا تو عورتیں رونے اور چلا نے لگیں، حضرت حسین کی بہن

زینب نے اپنے بھائی اور اپنے اہل پر گریہ کیا اور کہا:

اے محمد! اے محمد! اللہ اور آسمان کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین

میدان میں پڑا ہے، خون میں لتھڑا ہوا ہے، اس کے اعضاء پارہ پارہ ہیں، اے محمد!

آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر ہوا چل رہی ہے،

زینب کے اس نوحہ نے بغداد و دست اور دشمن سب کو زلادیا۔

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے پاس سے گزریں تو وہ

چلا نکیں اور انھوں نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے۔

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی

اسناد درج ہیں لیکن وہ غایت درجہ کی ضعیف ہیں، اور بعض اسناد میں شیعہ راوی ہیں،

مثلاً البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات ابو مخنف سے روایت کیے ہیں اور وہ یگانہ شیعہ تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واكثره من روايت ابي مخنف لوط بن يحيى وقد كان شيعيا
وهو ضعيف الحديث عند النعمان (حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۲ھ،
البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعة الثانیہ، ۱۳۹۴ھ)
اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات، اہل سنت اور اہل تشیع کی بہ کثرت
احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر
صبر کرنا لازم اور ماتم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یہ بے
سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی حلت اور حرمت کتاب و سنت
سے مستفاد ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔

ماتم حسین کے استثناء کا جواب: قرآن مجید، احادیث اہل سنت و اہل تشیع، نہج البلاغہ
اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صریح ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور ماتم
کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر ماتم
کرنا اس حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

عن ابي عبد الله عليه السلام قال كل الجزع والبكاء مكروه
سوى الجزع والبكاء على الحسين - (بحار الانوار عن الامامی شیخ مفید)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: ہر بے صبری اور گریہ مکروہ ہے سوائے حسین

پر گریہ اور بے صبری کے۔

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس کلام میں کوئی حکم ہو اسی کلام کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا جائے اس قاعدہ کا استثناء بھی اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر رونے، پیٹنے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثناء فرمادیتا، یا رسول اللہ ﷺ نے جہاں مصیبت اور میت پر رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیٹنے کو مستثنیٰ فرما دیتے، جیسے آپ نے جنہی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثناء فرمادیا یا آپ نے آل محمد کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ فرمادیا یا آپ نے ہر شخص کو چار شادیوں کو اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیا۔ اگر رونے پیٹنے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو خود رسول اللہ ﷺ اس استثناء کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرمائے ہیں اور اگر یہ استثناء تھا اور آپ نے نہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور العیاذ باللہ آپ کے ادھورے کام کو امام جعفر صادق نے آکر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹے اور باطل ہے۔ نیز احکام کی حلت اور حرمت بیان کرنا اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنا

کیسے جائز یا مستثنیٰ ہوگا جبکہ امام حسین خود فرماتے ہیں:

پس وصیت فرمود اے خواہر گرامی ترا سو گند میدہم
کسر چوں بہن از تیغ اہل جفا بعالم بقا رحلت نسیم گریبان چاک
مکنید و رومضراشید و اوایلہ مگر بید۔ (ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون
ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ)

پس وصیت فرمائی کہ اے معزز بہن (حضرت زینب) میں تمہیں قسم دیتا
ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریبان نہ
پھاڑنا، منہ نہ پیڑنا اور اوایلہ نہ کہنا۔

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو امام حسین رضی
اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
ما تم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام کہ بشوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگزیہ باشند
کہ دو لڑہ و وجہ محترم نہا کرد حاضر، نہا کہ ای اہل کوفہ بد افعال
ش۔ او ناخوش بار رویہای شبا بچہ سبب ہر لورم حسین را خواند
نہدہ یاری لونکہر دید و اور اہلقتل آور دید و اموال اورا غارت کردید و
پر دگیان حرم سرای اورا اسپر کردید و ای ہر شاولعنت ہر
رویہ ای ش۔ ام مگر نسیدہ انید کہ چکا کردید و چہ گناہان و لوزلہ ہر
پشت خود بار کردید و چہ خود نہای محترم ریختید و چہ دختران

محترم مکرم رانلان کر دید و مال چه جاعت را بغاوت بر دید؟
 کشتید به سرین خلق را بعد از حضرت رسالت ﷺ و رحم
 دلہای شما کندہ شدہ بود بدستی کہ گروہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و
 اعدوان و اعدان شیطان زبان کرانند، پس شعری چند در مرثیہ سید
 شہد گفت اہل کوفہ خسروش و ولولہ و وا حسرتاہ ہر آوردند و صدای
 دلاہ و زاری و گریہ و سوگواری و زوحہ و خردش بشکست سیمہ پوش
 رسانیدند و زنان ایشان رویہا بر سر پریشان کردند و خاک
 حسرت بر فرق خود ریختند و روہای خود را خراشیدند و طانچہ بر
 رخسار خود میزدند و ولولہ و اشہورا می گفتند و حشتی شد کہ دیدہ روزگار
 ہرگز چنان مانتی ندیدہ بود پس حضرت امام زین العابدین علیہ
 السلام اشارہ کرد بسوی مردم کہ ساکت شوید۔ (ملا باقر مجلسی متوفی
 ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران،
 ۱۳۹۸ھ) WWW.NAFSEISLAM.COM

پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے بلند
 آواز سے گریہ کیا اور اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا کی، اور کہا کہ تمہارا
 حال اور مال بُرا ہو، تم نے کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہیں کی
 ، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا، اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا، تم پر اور
 تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا

بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محترم خونوں کو بہایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو
 رلایا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل مخلوق کو قتل کیا ہے، تمہارے
 دلوں سے رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست ہمیشہ غالب رہتے ہیں
 اور شیطان کے مددگار خسارے میں رہتے ہیں، پھر سید الشہداء کے متعلق چند اشعار
 مرثیہ پڑھے، پھر اہل کوفہ میں واویلا و احسرتاہ کا شور بلند ہوا اور نالہ و فریاد کا غلغلہ ہوا
 اور انھوں نے اتنا زیر دست نوچہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی، ان کی عورتوں
 نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا، اپنے سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے
 مار مار کر رخساروں کو چھیلا وہ واویلا و اشوراہ کہتی تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ
 چشم فلک نے اس سے پہلے اتنا زیر دست ماتم نہ دیکھا تھا۔ تب حضرت امام زین
 العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں۔

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے، قرآن مجید اور
 احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، پھر علماء شیعہ کی تاخیر اور احادیث سے
 ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے
 ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ منہج الہدایہ اور متاخرین میں سے ملا باقر
 مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں، پھر علماء شیعہ کے دلائل
 کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا مکمل استیصال کیا ہے، میں نے کتب شیعہ کا
 مطالعہ کر کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث
 کا اگر انصاف اور خوف خدا سے مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ ماتم اور عزاداری کرنے

والوں کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے اور وہ راست پر آجائیں گے، اللہ تعالیٰ
میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو موافقین کے لیے استقامت، مخالفین کے
لیے رشد و ہدایت اور میرے لیے نجات کا سبب بنادے۔ وما توفیقی الا باللہ
علیہ توکلت والیہ ائیب و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
والمصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء
والممر سلیم قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی اصحابہ
الکاملین الراشدین وعلی الہ الطیبین الطاہرین وعلی ازواجہ امہات
المؤمنین وعلی اولیاء امتہ و علماء ملتہ من المحدثین والمفسرین
والائمۃ المجتہدین والعلماء الراستخین اجمعین

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM